معرفتِ نفس اور ارتقاء نفس

Self-Realization and Self-Development

Rubina Kausar, Ph.D
Stress Management Centre, Lahore
rubinahikc14@gmail.com

Abstract

Iqbal's thought revolves around his philosophy of selfhood, i.e., the knowledge of the self. To gain the knowledge of coherence, self-realization is essential. Therefore, he refers to it as the hidden treasure of selfhood. In the ocean of "لا" the pearl of "الا اللہ" is hidden. Iqbal gains awareness of the self through an understanding of the Quran. If a person acquires awareness of the self, extraordinary spiritual development potentials in his selfhood. Iqbal states that the cultivation of self-development according to the directives of the Quran is essential for a person's eternal success. Self-development refers to the actual and behavioral changes in an individual that can forge and refine the person in the crucible of action. For this, it is necessary for the individual to develop virtuous qualities alongside the knowledge of the self, which will elevate them from the whirlpool of fate to the highest levels of divine pleasure and vicegerency. When an individual move from self-love to the affirmation of self and societal welfare, they achieve a pinnacle that transforms them into a divine agent of fate. The content analysis of Iqbal's works has delineated the stages of self-realization (fulfillment of oneself) and self-development based on Iqbal's theories and commands of the Quran. The findings suggest that awareness of self-realization and self-development leads a person to glorious success here and here-after by achieving the purpose of human creation.

Keywords: Self-Realization, self-development, self-love, self-affirmation, Divine vicegerency, Iqbal

کلیدی الفاظ: معرفت نفس، ارتقاء نفس، حب ذات ، اثبات ذات، نیابتِ الٰہی، اقبال

مقصدِ تحقیق:

زیرِ نظر تحقیقی مقالے کا مقصد نظریاتِ اقبال کے مطابق معرفتِ نفس کے ذریعے فلاحِ ذات اور تسخیر کائنات کے ہدف کو پانا اور فکر اقبالؒ کی روشنی میں ارتقاء نفس کے مدارج کی فہم حاصل کر کے نئی نسل کے لئے بہترین راہِ عمل متعین کرنا ہے۔

سوالاتِ تحقیق:

پیش نظر تحقیق مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کی تلاش میں پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔

- کیا معرفتِ نفس جدید دور کے تقاضوں کی بر آوری کے لئے ضروری ہے؟
- کیا معرفتِ نفس روحانی ترقی کے لیے بہرہ مند ثابت ہو سکتی ہے؟
- کیا ارتقاء نفس کے مدارج سے آگاہی فرد کو اشرف المخلوقات کا امین بنا سکتی ہے؟

- کیا ارتقاء نفس کے مدارج عبور کرتے ہوئے مناسب تربیت والدین کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اپنی اولاد کی رہنمائی کرنے میں مددگار ہو سکتی ہے؟

طریقہ تحقیق: (Methodology)

تحقیق کا طریقہ کار اشعار اقبالؒ کے Content Analysis پر مبنی ہے۔ جن میں اقبالؒ نے قرآن مجید اور خلفائے راشدین کے اوصاف کی وضاحت کی ہے۔ شاملِ تحقیق اشعار کے توضیحی جائزے کے ذریعے موضوع کی وضاحت کی گئی ہے۔ ماخذات میں کلامِ اقبال کے تمام مجموعوں، فارسی، اردو، قرآنِ مجید اور نہج البلاغہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ محقق نے مزید اپنی نفسیات کے شعبہ میں کی جانے والی تحقیقات کے نتائج کو بھی زیرِ نظر رکھا ہے۔ کیونکہ معرفتِ نفس (Self- Realization) اور ارتقاءِ نفس (Self-Development) کے اہم موضوعات ہیں۔

سابقہ تحقیقات اور درپیش مسئلہ:

کلامِ اقبال میں تصورِ خودی وہ فلسفہ حیات ہے جو وجہ شہرت اقبالؒ قرارِ پایا۔ جدید نفسیات میں معرفت نفس (Self- Realization) پر بہت سی تحقیقات ہو رہی ہیں اسی طرح ارتقاء نفس (Self-development) بھی نفسیات کا اہم موضوع ہے۔ کلام اقبال میں نظریاتِ اقبال کے مطابق ارتقاء نفس کے مدارج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہترین کردار کے حامل انسان پروان چڑھا کر انسانیت کی معراج پر فائز کیا جا سکتا ہے اور اشرف المخلوقات بننے کا حقیقی ہدف حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جب فرد اپنی صلاحیتوں سے آگاہی حاصل کر لے تو پھر وہ اپنی روحانی ترقی کے ذریعے تسخیر کائنات کر سکتا ہے۔ فکرِ اقبالؒ کے مطابق یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب فرد اثباتِ ذات کا شعور پا کر فلاح انسانیت اور معاشرہ کی طرف گامزن ہو۔

معرفتِ نفس اور ارتقاء نفس فکرِ اقبال کی روشنی میں

فکر اقبال فلسفۂ خودی یعنی معرفت نفس پر محیط ہے۔ نفس کے دو پہلو ہیں: نفس ربانی" اور "نفس انسانی"۔ علامہ اقبال کے نظریات کے مطابق "نفس ربانی" یعنی" نفس کلی" و" نفس کامل" خدا کی ذات ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے "اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم قرار دے لیا ہے۔[(1)] انسان کی تخلیق" نفسِ مقید" جسم اور روح سے وجود میں آئی۔ نفس انسانی جسم اور روح کے درمیان پُل کا کام کرتا ہے۔ نفس کو موت کا مزا چکھنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جزا اور سزا نفس کی خیر اور شر پر مبنی ہے۔ نفس انسانی انسان کے ذہن کی ان خاصیتوں کا نام ہے جو انسان کو ثواب کی طرف بھی مائل کرتی ہیں اور گناہ پر بھی اکساتی ہیں۔ الغرض نفس انسانی ایک ایسا آئینہ ہے جو انسان کو تمام مثبت اور منفی پہلو دکھا تا بھی ہے اور ان کی طرف لبھاتا بھی ہے اور ان پر اطمینان یا پچھتاوا بھی کراتا ہے۔ توحید کی معرفت حاصل کرنے کے لئے نفس کی معرفت ضروری ہے۔ حدیث میں آتا ہے " جس نے اپنے نفس کی حقیقت کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔" [(2)] نفس اور توحید میں ایک قدر مشترک ہے کہ یہ دونوں وجود رکھتے ہیں مگر دکھائی نہیں دیتے اسی لئے علامہ صاحب فرماتے ہیں: 'لا' کے سمندر میں "الا اللہ" کا موتی پوشیدہ ہے اور یہی خودی کا سِرِّ نہاں ہے۔

علامہ صاحب نفس کی آگاہی قرآن کی فہم سے حاصل کرتے ہیں۔ وہ خود مثنوی "پس چہ باید کرد" میں اس کا اعتراف کرتے ہیں" ھدیہ آوردم ز قرآن عظیم "(میں نے قرآن سے فہم حاصل کی)[3]۔

اگر انسان حقیقی معرفت نفس حاصل کر لے تو اس کے نفس (خودی) میں غیر معمولی روحانی ترقی کی صلاحتیں اجاگر ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر فرد کا نفس حُب دنیا سے سرشار ہو تو وہ حیوانیت اور شیطانیت کے بھنور میں گرفتار ہو کر پست ترین درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ "پھر ہم نے اس کو پست ترین حالت کی طرف پلٹا دیا"۔[4] خداوند متعال نے انسانی نفس کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ اپنے لئے کس راہ کا انتخاب کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے "نفس کی قسم جس نے اسے درست رکھا"[5] اسی لئے علامہ صاحب رقمطراز ہیں (منظوم ترجمہ):

آپ کو اپنی خُودی سے تو اگر محکم کرے
پھر اگر چاہے، جہاں کو درہم و برہم کرے[6]

"پھر اس کے دل میں وہ بات بھی ڈال دی جو اس کے لیے بدکاری کی ہے اور وہ بھی جو اس کے لیے پرہیز گاری کی۔[7] "ہم نے اس کو دونوں راستے بتادیے ہیں۔"[8] "بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنالیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کر دیا"[9] اسی لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی، جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نُوری ہے نہ ناری ہے[10]

انسانی خودی کا حقیقی عرفان قرآن سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔ قرآن نے انسان کو اعلیٰ اور بلند مقام عطاء کیا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے "جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے تمھارے لئے خلق کیا گیا ہے۔"[11] اسی لئے پھر فرماتے ہیں۔

نہ تُو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تُو نہیں جہاں کے لیے[12]

فکرِ اقبال کے مطابق خُودی کا مفہوم محض احساس نفس یا تعین ذات ہے۔

خودی کیا ہے، رازِ دَرُونِ حیات
خودی کیا ہے، بیدارِیِ کائنات[13]

خودی کی معرفت ہی سے تیری حقیقی زندگی ہے اور اسی سے دنیا میں تیری عزت و آبرو ہے۔ انسانی خودی خدایا لامحدود خودی کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ اقبال کی شدید خواہش تھی کہ مسلمان ان کے فلسفہ خودی کو مکمل طور پر سمجھ جائیں۔

"انسان اپنے اندر خدائی صفات پیدا کر کے بے مثل ذات کے قریب ہو سکتا ہے۔ یہ قُرب اسے مکمل ترین انسان بنا دیتا ہے مگر وہ خدا کی ذات میں جذب نہیں ہو جاتا بلکہ وہ خدا کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے"۔[14]

خودی سے مردِ خودآگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں[15]

فرد نفس کی معرفت حاصل کر کے رضائے الٰہی کے مطابق اس سے کام لیتا ہے۔ ذات کے شعور کا سرچشمہ خود انسان کے اپنے اندر ہے جو اس (انسان) کی حقیقت کا پتا دیتا ہے۔ اپنی حقیقت سے آگاہی میں ہی اسکی ابدی کامیابی ہے- اسی لئے فرماتے ہیں :

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیَہ روز رہے پھر نہ سیَہ کار رہے[16]

انسان کی خودی جب اصلی حالت میں اور آلائشوں سے پاک ہوتی ہے تو خدا سے بہت قریب ہوتی ہے۔ اقبال کے مطابق انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی آگاہی حاصل کر کے ذاتِ خداوندی کا شعور پا لے۔ جب فرد خودی میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔

ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے[17]

قرآن مجید میں نفس کے تین مدارج بیان کئے گئے ہیں۔

1. نفس امارہ:

نفس ہر حال میں برائیوں کا حکم دینے والا ہے[18] حسد، حرص، طمع، انتقام، تکبر اور تخریبی قوتوں کے زیر اثر فرد حیوانی اور شیطانی اعمال اپنا کر اسفل سافلین کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ان سے نا امیدی کا اظہار کیا گیا ہے "یہ اندھے بہرے اور گونگے ہیں پس یہ رجوع نہیں کریں گے "[19]

2. نفس لوامہ:

" اور برائیوں پر ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں "[20] ایسے افراد کی منفی اور مثبت قوتوں میں کشمکش رہتی ہے۔ اپنی نا اہلی اور لوگوں کی تنقید پر اللہ اور تقدیر کا شکوہ کرتے رہتے ہیں. ضمیر کی خلش برائی کرنے پر ملامت کرتی ہے۔ مگر حُب دنیا پھر انہیں گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیتی ہے۔

3. نفس مطمئنہ:

"اے نفس مطمئن، اپنے رب کی طرف پلٹ آ۔ کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے-"[22] یہ وہ گروہ ہے کہ آفاق ان میں گم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نفس مطمئنہ کے تابع ہیں۔ اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں[23] یہ تو بس محبت کرتے ہیں اللہ اور اللہ کی مخلوق سے، چاہے آگ میں ڈالے جائیں، چاہے گھر سے نکالے جائیں اور چاہے پانی کو ترس جائیں۔ مگر پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دیتے۔ کیونکہ محبت ان کو وہ طاقت عطا کرتی ہے کہ یہ اطاعت خداوندی میں اپنے لخت جگر بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے- تکالیف میں بھی خوگر حمد رہتے ہیں- کیونکہ یہ یقین بر ذات خداوندی سے سرشار ہوتے ہیں- یہی وہ لوگ ہیں جن پر فرشتے بھی درود و سلام بھیجتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ " اپنے رب کی ایسی بندگی کر کہ تجھے یقین ہو جائے۔"[24] یقین اس باطنی وذہنی کیفیت کا نام ہے۔ جو محال کو ممکن اور ناممکن کو واقع بنا دیتی ہے پھر اسی یقین سے نئی تقدیر رقم ہوتی ہے اور پرانی تقدیر بدل دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ یہی یقین

مومن کے لئے خود تقدیر الٰہی بن جاتا ہے- یقین کی اس کیفیت کے ہر قدم پر کامیابی اور کامرانی کی ضمانت موجود ہوتی ہے "یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے۔ اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل ہے "(25) جسکی تائید قرآن میں بھی ان الفاظ کے ذریعے کی گئی ہے۔ "پست ہمت نہ ہونا اور نہ ہی گھبرانا تم ہی غالب ہو کر رہو گے اگر تم صاحب ایمان واہل یقین ہو جاؤ۔ "(26) چنانچہ علامہ صاحب بھی فرماتے ہیں۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا(27)

یقین بر ذات خداوندی وہ لازوال دولت ہے جس تک رسائی کے لئے انبیاء و مرسلین کو بھی عالم لاہوت وملکوت کا مشاہدہ کرایا جاتا رہا(واقعہ معراج اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے) قرآن میں منزل یقین کے باب میں حضرت ابراہیم کے کائناتی مشاہدہ کی نسبت یوں ارشاد ہوتا ہے۔ "ہم نے ابراہیمؑ کو زمین و آسمان کی بادشاہتوں کا مشاہدہ اس لئے کرایا کہ وہ صاحب ایمان واہل یقین ہو سکیں۔ "(28) علامہ صاحب بھی فرماتے ہیں:

خدائے لم یزل کا دستِ قُدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گُماں تو ہے (29)

اسی لئے علامہ صاحب اس نظریے کے حامی ہیں کہ 'خودی' فرد کے اثباتِ ذات (اعتماد بر نفس) کو جلا بخشتی ہے۔ اور سراغ زندگی پر عبور پانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن(30)

نظریاتِ اقبال کے مطابق خُودی اصل نظام عالم ہے اور تسلسلِ حیات، استحکام خُودی پر منحصر ہے. اسی لیے علامہ صاحب خود ہی اعتراف کرتے ہیں(منظوم ترجمہ):

آشکارا کر دیا میں نے خودی کے راز کو
بے حجابانہ دکھایا اک چھُپے اعجاز کو(31)

خداوند متعال نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر بے حد صلاحیتوں اور قوتوں سے نوازا ہے۔ ان صلاحیتوں اور قوتوں سے وہی کام لے سکتا ہے جو معرفت نفس رکھتا ہو۔ فرد کو اگر مال و دولت یا مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہوتا تو خدمت خلق کا جذبہ اپنا کر معاشرے کو سکون اور راحت فراہم کر سکتا ہے کیونکہ جو اپنی خودی سے نا آشنا ہوتا ہے وہ اس موتی کے مانند ہوتا ہے جو مٹی میں پڑا ہو- معرفت نفس فرد میں وہ بصیرت پیدا کرتی ہے۔ جو نفیٔ ذات سے نکل کر اثبات ذات کے ذریعے فلاح انسانیت و معاشرہ کی طرف گامزن ہوتی ہے۔ اقبال کا مدعا یہ ہے کہ انسان اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے انسانِ کامل بن جائے تو آسمان پر ستارے بھی اس سے خوف کھانے لگتے ہیں۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے(32)

اسلامی معاشرہ کی تشکیل عدل کے بغیر ممکن نہیں یہ اسلامی تہذیب کا وہ عنصر ہے جس کے بغیر معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ عدالت بہت سے نفسیاتی مسائل کا سدباب ہے اور معاشرتی برائیوں کا احتساب عدالت سے ہی ممکن ہے اپنی نظم "طلوع اسلام" میں علامہ صاحب نوجوانوں کو یہی درس دیتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[33]

لیکن اسکے لئے لازم ہے کہ فرد صفات الٰہی کا اتباع کرے اور مغربی سازشوں کا شکار ہو کر تن آسانیوں میں گرفتار نہ ہو جائے۔ نفس کی معرفت ہی وہ مقصد حیات ہے جو رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ فرد اگر مصیبتوں اور دشواریوں سے ڈر کر خوف و حزن (نفیٔ ذات) میں گرفتار ہو جائے۔ تو منفی قوتیں اسے اپنی طرف راغب کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن اگر فرد خدا اور رسول پر بھروسے اور یقین کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی سعی و کوشش اور جدوجہدِ عمل جاری رکھے تو اسی میں اسکی ابدی کامیابی ہے۔ اسی لیے علامہ صاحب نفیٔ ذات کو مسترد کر کے فرماتے ہیں۔

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے[34]

اور یہی ناامیدی نورِ حق کو انسان کے سینے سے محو کر دیتی ہے اور روحانیت اور انسانیت سے بیگانہ کرتی ہے دراصل اللہ کی رضا کا طالب ہونا ہی شریعت کا بنیادی حکم ہے۔

انسانی قلب وہ نقطہ نور ہے جس میں پائے جانے والے احساسات کا نام ہی نفس یا خودی ہے۔ جب فرد خودی میں کمال حاصل کر لیتا ہے۔ قلب کو حب ذات میں مشغول کرنے کی بجائے انسانیت سے محبت اور فلاح معاشرہ کی طرف راغب کر لیتا ہے۔ تو اسی یقین پر ذات خداوندی سے انسان کے دل میں نور حق سما جاتا ہے۔ اور یہ روشنی دوسرے انسانوں کے لئے رہنمائی کا عظیم ذریعہ بن جاتی ہے۔ خدا کا مسکن بھی انسان کا دل ہے اور خودی کا مقام بھی یہی ہے۔

نقطہ ی نوری کہ نام او خودی است
زیر خاک ما شرار زندگی است
از محبت می شود پاینده تر
زنده تر، سوزنده ، تابنده تر[35]

(منظوم ترجمہ)

نور کا وہ ایک نقطہ، نام ہے جس کا خودی
جو ہمارے تن میں ہے ، مثلِ شرارِ زندگی
وہ محبت کے سبب سے اور بھی ہے استوار
ہے اسی سے وہ درخشاں اور اسی سے پائدار[36]

خدا اور اسکی مخلوق سے محبت انسان کو اوجِ ثریا کا حامل بنا کر اللہ کا نائب بننے کے لئے تیار کرتی ہے۔ مسلمان کے لہو یعنی فطرت میں دوسروں کے ساتھ پیار محبت اور ہمدردی سے پیش آنے کا سلیقہ ہے۔ یہ معرفت حقیقی زندگی کا پتا دیتی ہے۔ خدا کا نور انسان کے دل کو روشن رکھتا ہے۔ قلب جب رضائے الٰہی کا تابع ہو جاتا ہے۔یعنی جب فنا حق کی رضا کے مطابق ہو تو بندہ مومن حق تعالیٰ کی مشیت بن جاتا ہے۔اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کی خواہش کے مطابق اس کے کام سنوارتا ہے۔اقبال کے خیال میں انسان خودی کی صلاحیت کو بروئے کار لا کر اس قدر بلند مرتبہ حاصل کر سکتا ہے کہ خدا بھی اس کی تقدیر کا فیصلہ کرنے سے پہلے اس کی مرضی معلوم کر لیتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے[37]

فکرِ اقبال یہ رہنمائی کرتی ہے کہ تعمیر نفس اگر اللہ کی اطاعت کے مطابق ہو تو اعلیٰ شخصیت نمودار ہوتی ہے اور فرد کو اعتماد بر نفس کا حامل بناتی ہے۔

تو خودی اندر بدن تعمیر کن[38]

تعمیرِ خودی کر، اثرِ آہِ رسا دیکھ![39]

نظریاتِ اقبال کے حوالے سے اثبات ذات سے مراد فرد کی اپنی خداداد استعداد اور قابلیت کی دریافت کا نام ہے جو اعتماد بر نفس کو بھی جلا بخشتی ہے کیونکہ فرد اثبات ذات کے ذریعے تسخیر کائنات کر سکتا ہے۔

ارتقاء نفس سے مراد فرد کی وہ فعلی اور کرداری تبدیلیاں ہیں جو جنین (Genes) اور ماحول کے زیر اثر رونما پذیر ہوتی ہیں۔ ارتقاء نفس کے مدارج میں جسمانی، ذہنی، سماجی، جذباتی اور روحانی ترقی شامل ہے۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ارتقاء نفس کی آبیاری قرآن کے احکامات کے مطابق کرنے ہی میں انسان کی دائمی کامیابی ہے-

ارتقاء نفس کے مدارج:

1. **اطاعت**

اطاعت اور نافرمانی کا معیار حضرت ادمؑ کی تخلیق سے شروع ہو جاتا ہے حق و باطل کی جنگ ازل سے آج تک جاری ہے۔

ستیزہ کار رہا ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی[40]

اطاعت جسمانی اور ذہنی ارتقاء کو فروغ دیتی ہے۔ اگر فرد اللہ کی اطاعت کو اپنا شعار بنا لے تو وہ دوسروں کی محتاجی سے بے غرض ہو جاتا ہے. خدا کا خوف رکھنے والا دنیا کے ہر طرح کے خوف سے بے فکر ہوتا ہے۔ اور اغیار سے توقعات وابستہ کر کے گمراہ نہیں ہوتا۔

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات![41]

تمام انبیاء نبی پاکؐ اور اہلبیت رسول اللہؐ کی آزمائش اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ یہ مردانِ حر تو بس اطاعت خداوندی میں کسی قسم کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور انہیں ان آزمائشوں میں کامیابی ہی شفاعت کے درجۂ اتم پر پہنچاتی ہے۔ اور اعلیٰ علیین میں شمار کرتی ہے جن پر اللہ اور اسکے فرشتے بھی درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اور پھر خلیفۃ الارض کا مصداق بنتے ہیں۔ بقول علامہ صاحب

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

اور

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے (42)

مومن کی اطاعت ایسا عظیم فقر ہے جس سے بحر و بر پر لرزہ طاری رہتا ہے۔ یعنی مومن جد وجہدِ عمل میں مصروف ہو کر بلند مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ اقبال کے شاہین میں فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں خود دار، غیرت مند اور پر عزم۔ فقر کی یہ بے نیازی قوتِ دین ہے۔ جس میں غیر معمولی روحانی ترقی کی صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔

2. ضبط نفس

ضبطِ نفس جذباتی اور سماجی تربیت اور اطوار پر منحصر ہوتی ہے۔ ضبط نفس فرد کو کمال انسانیت پر پہنچا دیتا ہے۔ ارتقاء نفس کی ابتدا پیدائش کے عمل سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ جذباتی نشو و نما والدین سے وابستگی پر انحصار کرتی ہے۔ اگر ابتدائی تربیت جو ماں کی گود سے ہی شروع ہوتی ہے۔ درست نہ ہو اور مادہ پرستی کی صدائیں ہی بچوں کے گوش گزار ہوں۔ تو پھر بچوں کو کنٹرول کرنا اور جذباتی اور معاشرتی استحکام دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر ان کی ناقص جذباتی نشو و نما شخصیت کی معاشرتی مطابقت میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج (43)

"جب کوئی معمار پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھتا ہے تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی ہی جاتی ہے۔" بمطابق فکر اقبال

مادراں را اسوۂ کامل بتول
(منظوم ترجمہ) ماؤں کو ایک درس کامل ہیں بتولؑ (44)

یعنی ذات جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا دختر رسول خداؐ تربیت اطفال کا بہترین نمونہ ہیں۔ فکرِ اقبال کے مطابق فطرت کی حقیقت سے آشنائی بچوں کو فطرت سے لطف اندوز ہونے کا درس دیتی ہے جو خوشی اور سکون بخشتی ہے اور شخصیت کی بہترین آبیاری کرتی ہے۔ سائنس کی تعلیم بھی یہی درس دیتی ہے کہ پودے بھی جاندار ہوتے ہیں ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور پرندوں پر بھی رحم کیا جائے۔ کلام اقبال میں ارتقاء نفس کی تربیت کی

آبیاری کی مثالیں مندرجہ ذیل نظموں میں واضح ہیں۔ "ایک پہاڑ اور گلہری""ایک گائے اور بکری""بچے کی دعا""ہمدردی""ماں کا خواب" "پرندے کی فریاد""پھولوں کی شہزادی""نصیحت" اور شاہین۔"

معرفت نفس آج بھی فرد کو تخریب کاری سے تعمیر کاری کی طرف موڑ سکتی ہے کیونکہ نفس کا جہاد ہی جہادِ اکبر ہے اسی جذبہ ایثار اور جہاد کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے پھر غیبی مدد لازمی ہے۔مالی اور جسمانی قربانی اور نورِ حق ہی جذبہ ایثار کو جلا بخشتی ہیں اور جذباتی ذہانت (EQ) Emotional Quotient کو بھی متاثر کرتی ہیں جس سے فرد کی شخصیت مستحکم ہوتی ہے۔اقبال اس نظریہ کے حامی ہیں کہ اخلاقیات کے سنہری اصولوں کو اپنا کر کامیابی حاصل کی جائے۔

آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی[46]

جذبہ ایثار کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔"اور اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم کرتے ہیں چاہے انہیں کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو"[47]۔علامہ صاحب بھی فرماتے ہیں

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے[48]

قرآنی تعلیمات وہ نورِ حق ہیں جو فرد کی خودی کو"لا""الا اللہ'سے مزین کر کے جذبہ ایثار و جہاد کی آبیاری کے ذریعے فرد میں اعلیٰ اقدار کی روح بیدار کر کے معراج انسانیت پر فائز کرتی ہیں۔رسول اکرمؐ نے بنی نوع انسان کو مساوات اور اخوت کا درس دیا، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، کسی کالے کو گورے پر برتری نہیں۔ علامہ صاحب کے نزدیک فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز[49]

نماز اور حج بھی اخوت و مساوات کا بہترین ذریعہ ہیں۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے[50]

یعنی تعصب کا خاتمہ ہے۔فرد اللہ سے اسی وابستگی کی بنا پر اللہ کی مخلوق سے پیار و محبت کرتا ہے اور ان کی تکالیف کا احساس پیدا ہوتا ہے۔عقائد اسلامی میں روزہ وزکوۃ انسانوں کی تکلیف کے احساس کو سمجھنے کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔خدا کے وجود کے یقین کامل سے ہی معاشرے میں تعمیری صورت حال پیدا ہوتی ہے جو انسانیت کی عظمت کی دلیل ہے۔مسلمان کی فطرت میں دوسروں کے ساتھ پیار، محبت اور ہمدردی سے پیش آنے کا سلیقہ موجود ہے یہی مثبت جذبات نوجوانوں کو تسخیر کائنات کی طرف راغب کر سکتے ہیں جبکہ منفی جذبات اور اپنی ہی ذات کی نفی فرد کو گمراہ کرتی ہے جب انسان کائنات سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نظام فطرت کے بغور مطالعہ

سے انسان معرفت خداوندی حاصل کرتا ہے۔ اور پھر معرفتِ خداوندی حاصل کرنے کے بعد قلت کلام اور کم خوابی جیسے رویے اپنا کر یقین بر ذاتِ خداوندی رکھتے ہوئے فاتح عالم بن جاتا ہے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبّت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں(51)

محنت و عمل پیہم

علامہ صاحب کے نظریات کی روشنی میں وہ صفات جو آبیاری نفس کی حامل ہیں ان میں محنت اور عمل پیہم سب سے اہم ہے۔ محنت کی عادت اور حرکت ہی سے فرد حیات جاوداں حاصل کر سکتا ہے

رنگ ہو یا خِشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خُونِ جگر سے نمود(52)

اور پھر فرماتے ہیں

میارا بزم بر ساحل کہ آنجا
نوای زندگانے نرم خیز است
بہ دریا غلت و با موجش در آویز
حیات جاودان اندر ستیز است(53)

تو سمندر کے کنارے پر اپنی محفل نہ سجا، اس لیے کہ وہاں زندگی کے نغمہ کی دھن بڑی نرم اور دھیمی ہے۔ تو سمندر میں لڑھک جا، غوطہ لگا اور اس کی موجوں سے الجھ جا، کیونکہ حیات جاوید کشمکش اور باہمی تصادم میں ہے اسی لئے پھر فرماتے ہیں :

ساحل افتادہ گفت، گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چیستم
موج ز خود رفتہ تیز خرامید و گفت
ہستم اگر میروم، گر نروم نیستم(54)

ایک سنسان ساحل کہنے لگا اگر چہ میں بڑی دیر زندہ رہا ہوں مگر افسوس مجھے کچھ نہیں ہوا کہ میں کون ہوں کیا ہوں؟ ایک متوالی لہر تیزی سے بڑھی اور بولی اگر چلتی رہوں تو میں ہوں اگر نہ چلوں تو میں نہیں (یعنی زندگی حرکت اور جدوجہد کا نام ہے)۔ اسی لئے علامہ صاحب رقمطراز ہیں:

اگر خوا ہی حیات اندر خطرزی
(اگر زندگی چاہتا ہے تو خطرات میں بسر کر)(55)

ارتقاء نفس کے لئے عمل ضروری ہے۔ دور حاضر میں بڑھتے ہوئے نفسیاتی مسائل تعلیمات قرآن سے دور ہونے کا سبب ہیں۔ علامہ صاحب بھی اس پر اصرار کرتے ہیں۔

قُرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار(56)

علامہ صاحب اپنے نوجوانوں کو شاہین کے مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں اور اعتماد بالنفس کو کامیابی کی ضمانت قرار دیتے ہیں۔ اسی لیے فرماتے ہیں:

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گِرتا
پُر دَم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ اُفتاد(57)

جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم ہی حقیقی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ نوجوانوں میں تعمیر کا جذبہ بیدار کرنا اور اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر جدید ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کرنا ہی اصل کامیابی کا راز ہے اسی لیے علامہ صاحب تخلیقی قوت کے حامل انسان کے لئے قصیدہ خواہ ہیں۔

جو عالَمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ(58)

علامہ صاحب اپنی نئی نسل سے نا امید نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں۔

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹّی بہت زرخیز ہے ساقی(59)

علامہ صاحب اس بات کے حامی ہیں کہ محنت کے ذریعے جدید ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کریں اور تن آسانیوں اور سہل پسندی سے کنارہ کشی کریں۔۔ تسخیر کائنات حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنے فرائض سے پوری پوری آگاہی ہو۔ کامل انسان بننے کے لیے ہر انسانی بچے کی تربیت کے وقت اعلیٰ اخلاقی تعلیم و تربیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ناقص تربیت اطفال معاشرہ کے حقوق پر ایک ظالمانہ دست درازی ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے صبر واستقلال، شجاعت، خودداری، دیانت داری اور محنت و عمل پیہم بہت ضروری ہے۔

تمنّا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے(60)

3. نیابتِ الٰہی

قرآن مجید کی روشنی میں انسان کو نیابت الٰہی تک پہنچنے کے لئے وسیع بصیرت کا نور درکار ہے جس کے لیے اطاعت و ضبط نفس کے مراحل سے گزرنا از حد ضروری ہے۔ نیابتِ الٰہی فرد کو خودی کے بحر بیکراں میں غوطہ زن رکھتی ہے اور انسان کو تقدیر کے بھنور میں مبتلا نہیں ہونے دیتی۔ انسان کا اخلاقی اور مذہبی نصب العین "حُبِ ذات" نہیں بلکہ "اثبات ذات" ہے۔ اس نصب العین کی بنا پر انسان اپنے اندر خدائی صفات پیدا کر کے بے مثل ذات کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ یہ قرب اسے اپنی تخلیق کے مقصد کو پالینے کا شرف بخشتا ہے۔ انسان نے اپنی تخلیق

کے بعد کئی معجزے کر دکھائے اور ایسی ایجادات کیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اگر انسان کو کائنات پر اختیار نہ ہوتا تو دنیا جامد ہو کر رہ جاتی اور سائنس حیرت انگیز ترقی نہ کرتی۔ نیابت الٰہی روحانی مراحل کو طے کر کے حاصل ہوتی ہے اسی لیے علامہ صاحب اسے افراد کی تربیت کا حاصل قرار دیتے ہیں۔

تربیت سے تیری مَیں انجم کا ہم قسمت ہُوا
گھر مِرے اجداد کا سرمایۂ عزّت ہُوا(61)

جب انسان کائنات سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے تو اسے یقین آجاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرد جب اطاعت، رضائے الٰہی، تزکیہء نفس اور نیابت الٰہی سے سرشار ہو کر اثبات ذات اور فلاح معاشرہ کی طرف راغب ہونے لگتا ہے تو تقدیر پر شکوہ اور مایوسی کی بجائے خود تقدیر یزداں بن جاتا ہے اور نیابتِ الٰہی کی منزل پا لیتا ہے۔

عَبَث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے؟ (62)

اقبال کے نزدیک عمل سے گریز اور محض تقدیر پر بھروسا کرنے سے انسان اپنے مقام سے گر جاتا ہے اور نباتات و جمادات کی سطح پر آجاتا ہے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند(63)

پس جس نے احکامِ الٰہی کی پابندی کی، اپنے نفس کا تزکیہ کیا وہ ابدی کامیابی کا حقدار ٹھہرا یا یہ لوگ ہی فلاح یافتہ ہیں۔ اسکے برعکس جو "شیطان کی اطاعت کریں گے اُن کی مہمانی "زقوم" سے کی جائے گی"(64) کیونکہ یہ تو اللہ اور اسکی مخلوق کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جنکے بارے میں علامہ صاحب بھی نوحہ کناں ہیں۔

جو میں سر بسجدہ ہُوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنَم آشنا، تجھے کیا مِلے گا نماز میں (65)

ارتقا کی آخری منزل خدا ہے۔ علم اور عمل کی کوئی انتہا نہیں ہے انسان کی بقا اس میں ہے کہ وہ اپنے خالق "خدا" کی صفات میں داخل ہو کر زندگی بسر کرے۔ قرآن نے انسان کو اعلیٰ اور بلند مقام عطا کیا ہے۔ قرآن سے دوری دور حاضر کے بے شمار سماجی مسائل کا سبب ہے۔

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر
ور تم خوار ہوئے تارکِ قُرآں ہو کر(66)

انسانی خودی خدا یا لا محدود خودی کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ اقبال کے خیال میں ہر انسان میں مثالی مسلمان بننے کی خوبیاں موجود ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ اپنی ذات کو پہچان لے اور خدا کے پیغام کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے۔

یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سُرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں[67]

نتائج:

کلام اقبال کے توضیحی جائزے اور قرانی احکامات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ علامہ صاحب معرفت نفس کے ذریعے عمل کا درس دیتے ہیں جس سے فرد کی شخصیت تقویت پاتی ہے اور ہر دور کے تقاضوں کی بر آوری کے لیے مستحکم ہوتی ہے۔ علامہ صاحب اثبات ذات یعنی خداداد صلاحیتوں کے شعور کو ارتقاء نفس کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انفرادی خودی کو اجتماعی خودی کا حصہ بنانا بے خودی ہے۔ فرد اپنے اندر خدائی صفات پیدا کر کے نیابت الٰہی کا درجہ پالیتا ہے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کر کے اشرف المخلوقات کا امین بن سکتا ہے ۔ اقبال کا خیال ہے کہ کائنات کی روحانی تعبیر کی وجہ سے انسانی معاشرے کا ارتقاء روحانی اصولوں پر ہوتا ہے۔ علامہ صاحب کے مطابق نفسِ انسانی کائنات کی روح ہے اسی لیے نفس کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے اور ارتقاء نفس کے مدارج کے دوران شخصیت کی ایسی تربیت کی جائے، جو اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنادے۔

تجاویز:

والدین پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت میں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم کے احکامات اور اُسوہ حسنہ کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جائے اور معرفت نفس کا شعور بیدار کیا جائے اولاد کو خصوصی توجہ اور وقت دیں تاکہ پاکستان ترقی کرے اور اغیار کی امداد پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنے وسائل سے استفادہ کر کے دنیا میں اپنا وقار بلند کر سکے۔ خصوصاً بچوں کی تربیت میں نماز کی پابندی بے حد ضروری ہے جو بچوں کو پابندی وقت کا درس دیتی ہے۔ علامہ صاحب اپنے بارے میں اسی لیے قصیدہ خواہ ہیں۔

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھُوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحَر خیزی[68]

والدین اپنی اولاد کی رہنمائی اس طرح کریں کہ ارتقاء نفس کے مدارج عبور کرنے کے دوران بچوں میں بچپن سے ہی اعلی اخلاقی اقدار اس طرح راسخ ہو جائیں کہ وہ اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کریں اور دینی اور دنیاوی کامیابی حاصل کریں۔ اسی لیے علامہ صاحب کی یہ آرزو ہے کہ اُن کے نورِ بصیرت کی فہم حاصل کی جائے وہ فرماتے ہیں۔

خدایا! آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے[69]

حوالہ جات

1 القرآن،12:6
2 جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نہج البلاغہ، (کراچی، محفوظ بک ایجنسی، 2012ء) حکمت 573- ص:120
3 یزدانی، خواجہ حمید شرح مثنوی پس چہ باید کرد، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)، ص:121

4 القرآن،05:95

5 القرآن,07:91

6 اقبال، علامہ، اسرارِ خودی، فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ مترجم عبد الرشید فاضل ص,59
https://archive.org/details/AsrarEKhudiByAllamaMuhammadIqbalUrduTranslationUrduinpage.com/page/n13/mode/1up? view=theater،

7 القرآن،08:91

8 القرآن،10:90

9 القرآن‘10:91-9

10 اقبالؒ، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء)، ص167

11 القرآن,29:2

12 اقبالؒ، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء)، ص195

13 ایضاً: ص230

14 (ڈاکٹر صدیق جاوید: اقبال نئی تفہیم) ص191

15 اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء)، ص334

16 ایضاً: ص47

17 ایضاً: ص262

18 القرآن ,53:12

19 القرآن,18:2

20 القرآن،02:75

21 اقبالؒ، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء)، ص90

22 القرآن،89:27-28

23 القرآن،8:76

24 القرآن، 99:15

25 جوادی، ذیشان حیدر، علامہ، نہج البلاغہ، (کراچی، محفوظ بک ایجنسی، 2012ء) حکمت 125- ص:220

26 القرآن،139:3

27 اقبالؒ، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء)، ص165

28 القرآن،75:6

29 اقبالؒ، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء)، ص165

30 ایضاً: ص188

31 اقبالؒ،علامہ،اسرارِخودی،فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ، مترجم عبدالرشید فاضل،ص15
AllamaMuhammadIqbalUrduTranslationUrduinpage.com/ ۔https://archive.org/details/AsrarEKhudiBy
page/n13/mode/1up? view=theater

32 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص181

33 ایضاً:ص165

34 ایضاً:ص226

35 اقبالؒ،علامہ،اسرارِخودی،فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ، مترجم عبدالرشید فاضل ص،23
https://archive.org/details/AsrarEKhudiBy
page/n13/mode/1up? view=theater AllamaMuhammadIqbalUrduTranslationUrduinpage.com/

36 ایضاً:ص23

37 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص198

38 یزدانی،خواجہ حمید شرح مثنوی پس چہ باید کرد، (لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص117

39 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص233

40 ایضاً:ص142

41 ایضاً:ص264

42 الیضاً: ص269

43 یزدانی،خواجہ حمید شرح مثنوی پس چہ باید کرد، (لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص130

44 اقبال،علامہ،رموزِ بیخودی،فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ، مترجم کوکب شادمانی،ص82
https://archive.org/details/AllamaIqbalRamoozEBekhudi_201612/page/n25/mode/1up

45 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص40

46 ایضاً:ص198

47 القرآن،9:59

48 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص34

49 ایضاً:ص110

50 ایضاً:ص110

51 ایضاً:ص166

52 ایضاً:ص215

53 اقبال،علامہ،پیامِ مشرق،فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ، مترجم حمید اللہ ہاشمی مکتبہ دانیال،ص52
https://archive.org/details/PayamEMashriqByAllamahMuhammadIqbalr.a/page/n4/mode/1up

54 ایضاً:ص140

55 ایضاً:ص133

56 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص301

57 ایضاً:ص277

58 ایضاً:ص312

59 ایضاً:ص181

60 ایضاً:ص156

61 ایضاً:ص145

62 ایضاً:ص303

63 ایضاً:ص275

64 القرآن،52:56

65 اقبالؒ،علامہ،کلیاتِ اقبال اردو،(لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،2017ء)،ص170

66 ایضاً:ص131

67 ایضاً:ص263

68 ایضاً:ص192

69 ایضاً:ص211